نے صرف مکاتیب اور رقعات کے جمع کرنے کی فرمائش کی تھی لیکن ان مکاتیب اور رقعات کی مناسبت سے اپنے علمی ذوق کے پیش نظر "فصل چہارم اور خاتمۂ کتاب" مع القوانین کا اضافہ کر کے مجموعہ میں اہمیت پیدا کر دی اور غالباً اسی مناسبت ہی کی بنا پر نسخہ کو "جامع القوانین" کے نام سے موسوم کیا جسے بعد میں ماہرین تعلیم نے طلبار کے لئے نصاب میں شامل کر کے خلیفہ کی شخصیت کو یادگار بنادیا۔ اس سلسلے میں فرانسیسی اسکالر گارسن دی تاسی کی تحریر ملاحظہ ہو:

"انشای شاہ محمد ہندوستان میں بہت مستند مانی جاتی ہے اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ ممالک مغربی و شمالی کے فاضل ناظم تعلیمات مسٹر ریڈ نے جب ۵۴-۱۸۵۳ء میں دیہی مدارس کا دورہ کیا تو انھیں ۳۴۳ مدرسوں کے طلبار کے ہاتھوں میں یہی کتاب نظر آئی ہے"[1]

خطوط و رقعات کے مخاطبین میں اساتذہ، بزرگان، سرکاری امرار، احباب اور عزیزان وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں چند خطوط ایسے بھی ہیں جن میں کسی نے ملازمت کے لئے سفارش کا اظہار کیا تو موصوف نے اہل اقتدار تک عرضیاں پہونچائیں، دوستوں اور عزیزوں کو بعض خطوط میں ان کی بیجا روشوں سے متنبہ کرتے ہوئے صحیح راہوں پر چلنے کی تلقین کی۔ ان تلقینی مکاتیب میں سے ایک مکتوب میں قواعدِ فنِ صرف کی اصطلاحات کے ذریعہ فہمائش کی ہے۔ مکتوب طویل ضرور ہے لیکن نوادرات میں شامل کرنے کے لائق ہے۔ کم از کم حقیر کی نظروں سے اس طرح کی جدت نظر سے نہیں گزری اس لئے دل چاہتا ہے کہ وہ طویل اور نرالا مکتوب ناظرین برہان بھی مشاہدہ کرلیں:

"مکتوب شانزدہم: بخدمت دوستی کہ گاہ گاہی مرتکب منہیات می باشد باغوای اربابِ ضلالت براہ بطالت می پیمود

---

[1] خطباتِ گارسن دی تاسی: ص ۲۰۹ -

مشتمل بر ابرازِ مقدمات نصایح سمات در ضمن .... است علم صَرف تحریر یافت ؎

دلِ من لفظ و یادِ تو معنی است　　معنی از لفظ کے جدا باشد

ایزدِ متعال ذات عدیم المثال آن مصدر مکارم اخلاق مورد مراحم یگانۂ آفاق را از انچہ نباید مفروق و بہرچہ شاید مقرون دارد۔ این کم ظرف کہ از نہایت اتحاد معنوی حاضر و غایب خود را جدا نمی پندارد در اظہار مراتب صیغۂ شوق کہ بمیزان دانش صرافان نقود محبت معنوی وزن جنس کاسد دارد مبالغہ نمودہ جوش و خروش خاطر را بقلم می آرد کہ شایستۂ ہمت عالی فطرت آنست کہ بمقتضای آیۂ کریمہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول دل خود را از خیالات ذمیمہ و نہی منکر کہ دلیل ضلالت اَجوف سازد مردانہ و مجردانہ الف قامت را بانقیاد باطن نون ساختہ بمزید تاکید بادای لوازم امر معروف پردازد و از رُوی کسرِ نفسی فتح باب مقصود است ہمہ حرکات و سکنات کہ از فاعل حقیقی دانستہ بموجب بیت دلآویز ؎

گناہ گر نبود اختیارِ ما حافظ　　تو در طریق ادب کوش گو گناہ من است

نیک را بخدا بد را بخود ضم کردن است تا از طعنِ مجہول وضعان معتل العین کہ برغم مہموز خود ترجیحی و تفضیلی بخود می جویند و از غایت خفت عقل نابینا براہ خطا می پویند صحیح و سالم ماند اگر الحال تلافی افعال منصرفۂ زمان ماضی کہ بیشتر در ہنگامہ پردازی لہو و لعب صرف شدہ بموجب الانسان حریص فیما منع محال می نماید لیکن اگر طالب صادق توفیق ازلی یافتہ خود را بگردہ دالا شکوہ حق پژوہان

کہ از تعلق دنیا سراپا درد برکنار بودہ بخاطر جمع مشغول ذکر واحد
حقیقی می باشند ملحق گرداند بحکم آنکہ الصحبۃ موثرۃ اثبات صفات
روحانی ونفی خطرات جسمانی نمودہ زمان استقبال را در ضلال نگذارد۔
دریں صورت شاید کہ دری از ہدایت غیبی کشاید۔ محبت پناہا
محبت دستگاہا این ہمہ مقدمات دلآویز کہ فی الحقیقت تازیانۂ
افعال آن سرمایۂ آمال است اگر خلاف قیاس پندارند بعمل نیایند
تاکہ شام فراق بہ صبح وصال ابدال یابد۔ فراموشی راکہ بباب محبت
جائز نیست از دوستان واجب الحذف سازند، دولت وبہجت
روز بروز افزوں باد۔"

مذکورہ بالامخصوص مکتوب کے علاوہ دیگر متعدد خصوصیات بھی پائی جاتی ہیں۔ مثلاً کسی نے فرمائش کی تھی کہ جواباً ایسے حروف کی عبارت لکھیے جن کے صرف اوپر نقطے ہوں۔ چنانچہ ستائیسواں رقعہ اس کا شاہد ہے:

"مشاطۂ اخلاص نامہ اختصاص آمود آن نقاوۂ خاندان اصطفیٰ و
خلاصۂ دودمان ارتضیٰ مسرت و نشاط افزود و در مادۂ انقطاع و
انفصال معاملہ دوست صداقت نشان سلطان خان کہ مرقوم قلم بود
رقم شدہ معلوم خود از کرم ساز متوقع آنست کہ درحضور رفعت و
امانت دستگاہ موافق خواہش آں صادق الاتحاد معاملہ مرقومہ
منقطع گردد وعدم حصول ملاقات فرحت سمات محض از کثرت اشغال
است والا در لوازم مصادقت وداد قصور ندارد داور دادار
درہمہ اوقات مرادات حاصل کناد۔"

پھر ایک شخص نے عرض کیا تھا کہ ایسے الفاظ کی صنعت پیدا کیجئے جن کے نقطے نیچے ہوں۔

یہ صنعت ۳۳ ویں رقعہ میں دیکھی جاسکتی ہے:

"داور یہمال ہمہ جا و ہمہ حال یار و یا ور عارج سداد صاعد مصاعد عدل و داد سیدی میر سید جواد باد۔ بعد ادای آداب و مراسم وداد کہ داب ارباب یکدلی بود، مطلب می گردائد۔ مطالعۂ گرامی مراسلہ کہ سوکد کسب علوم کامکار سید عبد الوہاب طول عمرہ بود۔ در ایام سعید مرہم روح مجروح گردید۔ محب صمیمی کہ رابطۂ وداد بذریعۂ کمال دارد در باب مومی الیہ بجد و جہد بسیار بصباح رسید۔ سعی مطلوبہ بجا می آمد۔ امید کہ بعلم و عمل بہرہ یاب بودہ برادر دلی بر سید بکرمہ و جودہ۔"

اسی طرح متعدد افراد نے مختلف صنعتوں کی فرمائش کی اور خلیفہ موصوف نے ہر ایک کی خواہش کے مطابق اپنے انشاء کا کمال دکھلایا ہے۔ اُن سب کا ذکر شاید ناظرین برہان کے لئے تکدّر کا موجب ثابت ہو اس لئے صرف تین ہی نمونوں پر اکتفا کیا گیا۔ شائقین اپنے ذوق کی تشنگی کے لئے اصل کتاب کا سہارا لیں۔

مسٹر ڈبلو، ادانو کی اطلاع کے مطابق یہ انشائیہ مجموعہ پہلی بار کلکتہ سے ۱۸۳۴ء میں طبع ہوا۔ پھر بعد میں منشی نولکشور لکھنؤ دکانپور سے کئی مرتبہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکا ہے[1] اور اس کا اردو ترجمہ بھی ہوا ہے لیکن مترجم نامعلوم الاسم ہے[2]۔ ایک اردو ترجمہ (صفحات ۱۲۸) کا ذکر فہرست سید نادر آغا تاجر کتب لکھنؤ (سال نامذکور) میں بھی ملتا ہے۔ اِن دو اطلاعاتِ ترجمہ کے علاوہ گارسین دی تاسی ذکر

---

[1] کٹلاگ ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری کلکتہ: ص ۱۶۴۔

[2] فہرست کتب خانہ رحیمیہ دہلی ۳۸-۱۹۳۹ء۔

کرتے ہیں کہ "انشائی خلیفہ" کا اردو خلاصہ بھی فارسی متن کے ساتھ ہو چکا ہے۔ "جامع القوانین" کو بعد میں اہل علم نے "انشائی خلیفہ" کے نام سے متعارف کرایا ہے چنانچہ اسی آخری نام سے مطبوعہ شکل میں پایا جاتا ہے۔ اور بصورت قلمی کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی حیدر آباد، ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری کلکتہ، مسلم یونیورسٹی لائبریری (سبحان اللہ کلیکشن) علی گڈھ، صولت پبلک لائبریری رامپور (یوپی)، گجرات ودیاسبھا احمد آباد اور بلباسِ طباعت کتب خانہ مدرسہ عالیہ کلکتہ و یہاں کی لائبریری میں موجود ہے۔

جامع القوانین۲ صفحات ۲۶، تاریخ کتابت اور اسم کاتب مذکور نہیں۔ ابتداء، درمیان اور آخر ناقص ہے۔ دونوں نسخے بلحاظ الفاظ اور ترتیب عنوانات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اسی طرح مطبوعہ نسخہ سے بھی کافی فرق نمایاں ہے۔

خلیفہ شاہ محمد کی حیات سے متعلق ان کے ہمعصر تذکرہ نگار اور مورخین کا قلم خاموش ہے البتہ انیسویں صدی عیسوی کی کتب میں جابجا کچھ ذکر پایا جاتا ہے جو غالباً "جامع القوانین" ہی کی بنیاد پر لکھا گیا ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اس کے سوا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ملتا۔ اصل وطن موصوف کا کہاں تھا؟ کب وہ قنوج (یوپی) میں آئے؟ اس کی صراحت خود ان کے خطوط و رقعات سے بھی نہیں ہوتی، البتہ وضاحت ضرور ملتی ہے کہ یوپی میں قنوج کے علاوہ مختلف مقامات میں بسلسلۂ تعلیم اور معاش قیام اختیار کرنے کی ضرورت پڑی۔ بارہویں مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ پرگنہ انوپ نگر کے موضع رسول آباد میں حاکم وقت کی جانب سے تین بیگھہ زمین موصوف کے اہل و عیال کی پرورش کے لئے عنایت ہوئی تھی جس کی کاشت دوسروں کے ذریعے کرواتے تھے لیکن کاشتکار زمین کی

---

۵ خطبات گارسن دی تاسی (اردو): ص ۲۰۹۔

پیداوار خود ہڑپ کر لیتے تھے جس کے نتیجے میں موصوف کے بال بچوں کو معاشی تنگیوں سے دوچار ہونا پڑا اور فاقے کی نوبت تک ہونے لگی چنانچہ اس کی شکایت حاکم پرگنہ مذکور میر سید مظفر امین کی خدمت میں پیش کی۔ اسی طرح بعض خطوط سے یہ بھی اظہار ہوتا ہے کہ اپنے کچھ ہمعصروں کے حسد و رقابت کا نشانہ بھی بنتے رہے۔

علمی فیض تو آپ نے کئی فیاضوں سے حاصل کیا جن میں سے خصوصیت کے ساتھ مقام بلگرام (یوپی) کے سید خیر اللہ (متوفی ۱۱۱۵ھ / ۱۷۰۳ء) اور شیخ عبد الغفور سے مزید علمی استفادہ کیا۔ موصوف کو تعلیمی مشغلوں میں انہماک اور ذوق اس قدر تھا کہ کوئی دوسرا کام ان کی فطرت کو اپیل نہیں کرتا تھا۔ ایک بار ایک علاقائی حاکم نے ملازمتِ منشی گری کی پیشکش کی تھی تو یہ معذرت نامہ پیش کر دیا:

"نواب مہربان قدردان سلامت اگرچہ درخدمت باریافتگانِ حضور بودن سعادتِ جاوید حاصل نمودنست لیکن درصورتیکہ خود را باشغال تعلق متعلق گرداند از کسب علوم کہ بجہت این دولت فیض لزوم لذائذ روحانی و جسمانی گذاشتہ دل نہاد کربت غربت است محروم ماند، یک خانہ دو میہمان نہ گنجد" (از فصل دوم رقعہ سیوم)

الغرض عہد عالمگیری کی یہ بزرگ اور باکمال شخصیت اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملی۔ لیکن افسوس کہ موصوف کا سالِ وفات کسی ذریعے سے بھی حاصل نہ ہو سکا۔

(باقی آئندہ)

الواح الصناوید

پروفیسر محمد اسلم استاذ شعبۂ تاریخ پنجاب یونیورسٹی ۔ لاہور

مفتی انتظام اللہ شہابی ہندوپاکستان کے علمی اور دینی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں ہیں۔ موصوف پاپوش نگر کے قبرستان میں حیرت شاہ وارثی کے مزار سے بیس میٹر جانبِ مغرب محوِ خوابِ ابدی ہیں۔ اُن کے لوحِ مزار پر یہ عبارت کندہ ہے :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سبحان اللہ وبحمدہ و سبحان اللہ العظیم

ھوالغفور

مولانا مفتی انتظام اللہ الشہابی گوپاموی اکبر آبادی

صدر انجمن اسلامیہ (آگرہ) پاکستان

یکِ از بانی صدر جناح کالج و ادارہ جات انجمن اسلامیہ

مصنف صدہا کتب تاریخ وسوانح ودیگر علوم

تاریخ وفات

۱۳ جمادی الثانی ۱۳۸۸ھ

مطابق ۸ ستمبر ۱۹۶۸ء

قبرستانِ ملک پلانٹ، جو اب قبرستانِ گلشنِ اقبال کہلانے لگا ہے، میں داخل ہوتے ہی دائیں ہاتھ پہلی قبر ہند و پاکستان کی نامور خاتون اور تحریک آزادی میں صفِ اول کی مجاہدہ زبیدہ خاتون کی ہے۔ مرحومہ نے مولانا شوکت علی اور محمد علی کی والدہ آبادی بیگم عرف بی اماں کے ساتھ مل کر تحریک آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ ان کے شوہر نامدار مولانا محمد شفیع داؤدی سیاسی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں ہیں۔ اس بزرگ خاتون کے لوحِ مزار پر یہ عبارت منقوش ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زبیدہ خاتون

عمر ۸۵ سال

زوجہ مولانا محمد شفیع داؤدی

وفات ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ

مطابق ۲۰ جون ۱۹۷۰ء

زبیدہ خاتون کی قبر سے اندازاً دس میٹر جانب مغرب پاکستان کے سابق وزیر اعظم حسین شہید سہروردی کی بیٹی اور سر شاہ سلیمان کی بہو بیگم اختر سلیمان کی آخری آرام گاہ ہے۔ مرحومہ کو علم و ادب میں بڑی دلچسپی تھی۔ راقم الحروف نے انہیں متعدد علمی کانفرنسوں میں مقررین کی تقریروں کے نوٹ لیتے ہوئے دیکھا ہے۔ ان کی قبر پر جو کتبہ نصب ہے، اس پر یہ عبارت درج ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیگم اختر سلیمان

زوجہ

شاہ احمد سلیمان